میرا پیغمبر عظیم تر ہے
(سیرت سیریز)
1

عظیم شخصیت

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظیم شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم

نگہت ہاشمی

عظیم شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : عظیم شخصیت ﷺ

مُصنّفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : مئی 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-706057

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون: 1851 872 - 041

بہاولپور : 7 A، عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے، فون: 2875199 - 062

2885199، فیکس : 2888245 - 062

ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت

فون: 8449 600 - 061

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز B-48 کرین مارکیٹ بہاولپور

قیمت : روپے

ابتدائیہ

ہم جس جہان میں بستے ہیں وہاں بسنے والے انسانوں کے اندر خالی ہیں۔دل پریشان، ذہن منتشر، خیالات پراگندہ، روحیں اضطراب میں مبتلا اور شخصیات کھوکھلی ہیں۔اس کے اَسباب بے شمار ہیں لیکن بڑا سبب اپنے رب سے بے تعلقی اور غفلت ہے۔جس کے نتیجے میں خودغرضی، لالچ، خود پسندی، تکبر، حرص وہوس، ظلم، بے حیائی، سنگدلی اور شرک جیسے اَمراض ہمیں چمٹ گئے ہیں۔ان بیماریوں کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم مثالی شخصیت کی زندگی کو عملی طور پر اپنا لیں۔رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ہی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق

آپ ﷺ کا ذاتی اُسوہ

آپ ﷺ کی خدمتِ خلق

آپ ﷺ کی شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں۔آپ ﷺ کی ذات کا ہر رُخ عظیم ہے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہم اپنی زندگی کو آپ ﷺ کی زندگی کے مطابق ڈھالنے میں کامیاب ہو جائیں۔(آمین)

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے رسول ﷺ انسانی بلندی کی اعلیٰ ترین مثال تھے۔سائیکالوجی میں ایسی شخصیت کے لیے Balanced personality کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں صرف خالق کی عبادت ہی نہیں کی۔ آپ ﷺ کی عبادت بے مثال،آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق بے مثال،آپ ﷺ کا اَخلاق بے مثال۔آپ ﷺ انسانوں کے بیچ میں رہے۔آپ ﷺ کے معاشرتی تعلقات بھی بے مثال تھے جیسے آپ ﷺ کی عبادت بے مثال تھی۔آپ ﷺ کو جس بھی حیثیت میں دیکھیں: باپ کی حیثیت میں دیکھیں،شوہر کی حیثیت میں دیکھیں،دوست کی حیثیت میں دیکھیں،ایک اچھے رشتہ دار کی حیثیت میں دیکھیں،یتیموں اور بیواؤں کے ملجاو ماویٰ کی حیثیت میں دیکھیں، جس بھی روپ میں دیکھیں آپ ﷺ عظیم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک بہترین معاشرہ قائم کر کے دِکھایا،آپ ﷺ نے ایسے اُصول دیے جس کی وجہ سے معیشت،اِکانومی،مالیاتی نظام بہترین انداز میں چلا۔آپ ﷺ نے ریاست کے انتظام کے لیے،مملکت کو چلانے کے لیے اُصول اور ضابطے دیے،بین الاقوامی تعلقات میں بے مثال اُسوہ چھوڑا۔آپ ﷺ جیسا نہ کل کوئی تھا،نہ آج ہے،نہ تاریخِ انسانی میں کوئی دوبارہ آئے گا۔اِسی لیے تو ربُّ العزت نے کہا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الم نشرح:4)

''ہم نے تو تیرا ذکر بلند کر دیا۔''

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا جائزہ لینے سے پہلے ہمیں یہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ تاریخِ انسانی میں اس سے پہلے کس نوعیت کی شخصیات آتی رہیں؟ آپ ﷺ کی شخصیت کس اعتبار سے مختلف ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ کی آمد سے پہلے بھی اور آپ ﷺ کی آمد کے بعد بھی تاریخ کو زیروزبر کرنے والے فلسفی آتے رہے۔ آج بھی دنیا ان کے فلسفوں سے واقف ہے، وہ فلسفے جنہوں نے نظامِ زندگی کو بدل ڈالا۔ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے دنیا کو فتح کرنے والے افراد بھی آئے، جیسے سکندرِ اعظم، خسرو، سائرس، ذوالقرنین اور ایسی ہی دوسری شخصیات۔

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے بھی واعظ موجود تھے، نصیحت کرنے والے، بڑے میٹھے انداز میں وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے انسانی زندگی میں تبدیلیاں لانے والی بہت سی ہستیاں موجود تھیں لیکن یہ آپ ﷺ کی ذات تھی جس نے انسان کے اندر اتنی گہری تبدیلی پیدا کی کہ انسان کا رشتہ اُس کے خالق سے جوڑا۔ آپ ﷺ نے جو کام بنیادی طور پر کیا وہ یہ کہ انسان کو اندر سے بدل ڈالا۔ انسان کیسے بدلا؟ اُس کی سوچ بدلی، اُس کے جذبات اور احساسات بدلے، اُس کی خواہشات کے پیمانے بدل گئے، اُس کی عبادتوں کے انداز بدل گئے، گھر کے اندر کی زندگی بدلی، مارکیٹس کے اُصول وضوابط بدل گئے۔ بات تعلیمی اداروں کی ہو، بات عدالت کی ہو، بات سوسائٹی کی ہو، معاشرے میں جہاں جہاں سے بھی انقلاب کی لہریں اُبھرتی ہیں، ہر ادارے کو اللہ کے رسول ﷺ نے بدل کے رکھ دیا۔

آپ ﷺ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسان کے مزاج، اُس

کی عادات واَطوار کو بدل ڈالا۔ انسان کی شخصیت اور اُس کے کام کا اندازہ اُس کے زیرِ تربیت افراد سے لگایا جاتا ہے۔ نبی ﷺ کے تربیت یافتہ افراد اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی اقوام کے مزاج میں واضح difference ہے مثلاً جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاد کے لیے نکلنے کا کہا تو انہوں نے انتہائی کرختگی کا مظاہرہ کیا کہ جاؤ تم اور تمہارا رب لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کا رویہ پوری تاریخِ انسانیت میں بے مثال ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے مقداد رضی اللہ عنہ کی کسی بات نے اتنا متاثر نہیں کیا جتنا اس بات نے اور میرا جی چاہتا ہے کہ میری ساری عمر کی نیکیاں مقداد رضی اللہ عنہ کو مل جائیں لیکن یہ ایک نیکی مجھے مل جائے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے پر رونق اور خوشی کے آثار پیدا کر دیئے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کریں گے جو قومِ موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ جاؤ تم اور تمہارا رب دونوں لڑو، جب دونوں یہ کام کر لو گے تو ہم بھی آجائیں گے۔ ہم تو آپ ﷺ کے آگے سے بھی آئیں گے، آپ ﷺ کے پیچھے سے بھی آئیں گے، آپ ﷺ کے دائیں سے بھی آئیں گے، آپ ﷺ کے بائیں سے بھی آئیں گے یعنی ہر طرف سے آپ ﷺ کا دفاع کریں گے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ آئی، اتنی رونق آئی، آپ ﷺ کا چہرہ اتنا جگمگایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کاش مجھ سے بھی ایسا ہی نیکی کا کام ہو جائے، میں بھی ایسی بات کہوں جس سے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے پہ وہ مسکراہٹ آجائے۔ یہ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابی رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک پہلو ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا کردہ نتائج کو ہم اگر دیکھنا چاہیں تو عیسائیوں کے

بارے میں خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان، محبت، رأفت اور رحمت پیدا کردی کہ یہ ایسے افراد ہیں جو انسانیت سے محبت کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات جو ہمیں کتب مقدسہ سے ملتی ہیں اس کے توسط سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پہ تھپڑ مارے تو تم بایاں گال بھی آگے کردو لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک اعتدال والا رویہ سکھایا، عفو و درگزر بھی سکھایا لیکن اگر کوئی اپنی زیادتی پر بدلہ لینا چاہے تو اللہ تعالیٰ ایسی بات کی اجازت دیتا ہے۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چور کو برا بھلا کہنا شروع کیا جس نے ان کا ہار چرالیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا! کیوں چور کا بوجھ ہلکا کرتی ہو؟''

کتنا توازن ہے! اللہ کے رسول ﷺ نے کیسے اعتدال والا رویہ سکھایا کہ بدلہ لے سکتے ہو لیکن اتنا جتنا کسی نے ظلم کیا، اس سے آگے نہیں جانا۔ آپ ﷺ نے چور کی وکالت نہیں کی لیکن اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے بتایا کہ تمہاری limitations کیا ہیں؟ یہ کوئی ایک واقعہ نہیں۔ اگر ہم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے اثرات دیکھنا چاہیں تو ان سے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کس نوعیت کی تھی؟ آپ ﷺ کا بنیادی کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حیاتِ انسانی کے ہر گوشے کو Touch کیا، ہر گوشے کے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دشمنوں نے بھی آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا، ہرقل کے دربار میں جب اللہ کے رسول ﷺ کا نمائندہ پہنچا تو اس موقع پر ابوسفیان بھی اپنی تجارت کے سلسلے میں اسی علاقے میں موجود تھا۔ ہرقل نے دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان افراد کو بلایا جن کو ان کی شخصیت کا تجربہ تھا، جو اللہ کے رسول ﷺ کے دشمن تھے۔ ابوسفیان بھی انہی میں شامل تھے، کہتے ہیں: ''واللہ!

اگر ہرقل نے مکہ سے آنے والے افراد سے یہ بات نہ کہی ہوتی کہ اگر یہ جھوٹ کہے تو تم اس کے بارے میں میری مدد کرنا تو میری زبان سے ضرور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف کوئی بات نکل جاتی لیکن ہرقل نے جب اس کے لیے پورا اہتمام کر لیا تو اس وقت اس نے سوال کیا۔ اس کا سوال یہ تھا: كَيْفَ نَسَبُهُ؟ "اس کا نسب کیسا ہے"؟ تو ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا: هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَصَبٍ "وہ ہم میں سے نصب والا ہے"۔ یعنی خاندانی اعتبار سے وہ ہم میں درجہ رکھتا ہے۔ ہرقل کے سوالات اس وجہ سے میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں تاکہ آپ ﷺ کی عظیم شخصیت کو ہم دشمنوں کی نظر میں دیکھ سکیں کہ دشمن آپ ﷺ کے بارے میں کیا اظہارِ خیال کرتے ہیں؟

ہرقل کا یہ سوال تھا: "تم مجھے یہ بتاؤ جب تک اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا، کیا اس سے پہلے اس پر کبھی جھوٹ کا الزام عائد کیا گیا"؟ اس پر ابوسفیان نے کہا: "نہیں ہماری قوم میں وہ صادق کے نام سے مشہور ہے، سب لوگ اس کی سچائی کا اعتراف کرتے ہیں"۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ "جو شخص انسانوں کے اندر سچا مشہور ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ اگر وہ نبوت کا اقرار کرتا ہے، اگر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو اس کی بات یقیناً سچی ہوگی"۔

ہرقل نے یہ سوال کیا تھا: "یہ بتاؤ کبھی وہ عہد شکنی کرتا ہے؟" یہ بنیادی انسانی اَخلاقیات ہیں اور اس پر ابوسفیان نے بتلایا کہ "نہیں" تو ہرقل نے کہا: "رسول ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ دھوکہ نہیں دیتے"۔

پھر ہرقل نے سوال کیا کہ "وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟" تو ابوسفیان نے بتلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنے کا حکم دیتا ہے، بت پرستی سے منع کرتا ہے، نماز، سچائی، پرہیزگاری اور پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے"۔ ہرقل

نے کہا: ’’جو تم نے بتلایا اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت ضرور اٹھاتا‘‘۔

یہ آپ ﷺ کا دشمن ہے۔ ایمان نہیں لایا، صرف خط پہنچا، صرف تحقیق کی ہے اور اس بنیاد پر کہتا ہے کہ اگر میں اس کے پاس مدینہ میں ہوتا تو ضرور اس کے پاؤں دھوتا۔ یعنی میں اس کی وہ عزت و توقیر کرتا کہ سب حیرت زدہ رہ جاتے۔ یہ دشمنِ رسول ہے جس نے آپ ﷺ کا پیغام پہنچنے پر ان خیالات کا اظہار کیا کہ اگر مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع مل جائے تو میں ان کی کس طرح سے قدر و منزلت کرتا۔

انسان کی شخصیت کا اگر اندازہ لگانا ہو تو شریکِ حیات کی گواہی بہت بڑی گواہی کہی جاتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے منصبِ امامت پر فائز ہوئے تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غارِ حرا میں جو واقعہ پیش آیا، فرشتے نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نام سے پڑھئے۔ 'اقــــراء' اور آپ ﷺ کہتے رہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں اور وہ بھینچتا رہا۔ تین بار بھینچا اور آپ ﷺ کو لگا کہ جیسے جان ہی چلی جائے گی۔ واپس گھر آئے، گھبرائے ہوئے دہشت زدہ اور اس موقع پر اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے کچھ اوڑھا دو۔ پھر جب کچھ سکون میں آئے تو کہا: لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ ’’ مجھے میری جان کا ڈر ہے‘‘۔ اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو الفاظ کہے وہ توجہ طلب ہیں۔

میں سمجھتی ہوں ہم میں سے بہت ساری ایسی خواتین ہیں جو اسی منصب پر فائز ہیں۔ بیویاں شوہروں سے کتنی ہی محبت رکھتی ہوں کیا ایسی گواہی دے سکتی ہیں اپنے شوہر کے بارے

میں؟ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ کی شخصیت اتنی عظیم تھی جس کی وجہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ ان کی شان میں کہے:

كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِئُ الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ (صحیح بخاری:3)

''ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ تو رشتوں کو جوڑنے والے ہیں، درماندہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقراء اور درماندوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور جب کبھی مشکل وقت آن پڑتا ہے تو آپ ﷺ امرِ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔''

عظیم شخصیت کی عظمت کا اندازہ اس وقت ہو جاتا ہے جس وقت سے اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی کرنی شروع کرتے ہیں۔ اُمِ جمیل نے یہ بات کہی تھی کہ محمد! لگتا ہے تمہیں تمہارے شیطان نے چھوڑ دیا (نعوذ باللہ)۔ جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خود جوش میں آئی۔ میں سمجھتی ہوں عظمت کا اندازہ رب کے الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جب یہ الفاظ اُمِ جمیل نے کہے تو ربُ العزت نے یہ کہا:

وَالضُّحٰى [الضحیٰ:2]

''قسم ہے چاشت کی۔''

یعنی جب تاریکی دور ہوتی ہے، سورج پھوٹتا ہے، میں اس وقت کی قسم کھاتا ہوں

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى (الضحیٰ:2)

''قسم ہے رات کی جب وہ پھیل جاتی ہے۔''

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (الضحیٰ:3)

''تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے، نہ وہ تجھ سے ناراض ہوا۔''

آپ ﷺ سے ناراضگی کا تو کوئی سوال ہی نہیں، آپ ﷺ پر تو وہ اس وقت سے راضی ہے جب آپ ﷺ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔ آپ ﷺ پر تو اس کی رحمتیں اس وقت سے ہیں جب ابھی آپ ﷺ نے اپنی آنکھ نہیں کھولی تھی، آپ ﷺ اپنی ماں کے پیٹ میں پروان چڑھ رہے تھے اور ہم دیکھتے ہیں اس عظیم شخصیت کو عظیم بنانے میں ربُّ العزت کا کتنا ہاتھ تھا؟ ربُّ العزت نے ان کے دل کو پاک کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے ملتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے، اس وقت انتہائی گھبرائے ہوئے بچوں نے آ کے گھر والوں سے کہا کہ محمد ﷺ کو کسی نے مار ڈالا، ہم انہیں خون میں لت پت چھوڑ کر آئے ہیں۔ گھبرائی ہوئی حلیمہ سعدیہ بھاگ نکلتی ہیں۔ پرائی امانت ہے، پاس جا کے دیکھتی ہیں تو معاملہ کچھ ایسا نہیں ہے اور ہوا کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کو بھیجا تھا اور چھوٹے سے محمد ﷺ کے دل کو رب نے کیسے پاک کیا؟ آپ ﷺ کے دل کو پاک کرنے کے لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا، اس کے اندر سے دل کو نکالا اور دل کے اندر سے بہت کچھ نکال کر الگ کیا اور اس کو دھونے کے بعد اس کے اندر نورِ ایمان کو بھرا اور پھر سینہ بند کر دیا۔ اس سینے کے سلنے کے نشانات بعد میں بھی دیکھے گئے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جن کے ساتھ شقِ صدر کا واقعہ دو بار پیش آیا۔ ایک مرتبہ تب جب آپ ﷺ بہت ننھے سے بچے تھے اور دوسری بار تب جب آپ ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا جانا تھا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دل کو پاک کیا گیا۔

آپ ﷺ کی نظر کو پاک کرنے کے لیے ربّ نے کیسا اہتمام کیا؟ آپ ﷺ ایک مرتبہ کسی میلے پر جانا چاہتے تھے، ارادہ ضرور کیا، وہاں پر پہنچنا چاہتے تھے۔ نیند آئی اور سو گئے

اور سارا ہی سلسلہ گزر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آنکھ کو پاک رکھنا تھا، ایسے تمام معاملات سے جس کی وجہ سے دل متاثر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے کیسے بچا کے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے تو سورۃ الضحیٰ میں فرمایا کہ تمہارے چھوڑنے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ تم تو اس وقت سے ہماری نظروں میں ہو جب سے تم اپنی ماں کے پیٹ کے اندر تھے اور اسی وجہ سے کہا:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضحیٰ:9)

''لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو۔''

یتیم کے ساتھ نفرت کا، غضب کا سلوک نہ کرنا اور سائلوں کو کبھی ڈانٹنا نہیں اور اللہ تعالیٰ کی بات کو پھیلانے کے لیے ہمہ تن مصروفِ عمل رہنا۔

آپ ﷺ کی شخصیت کا جائزہ لینا چاہیں تو میں نہیں سمجھتی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے پہلوؤں کو کسی ایک بات میں conclude کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کتنی عظیم تھی! میں اس وقت آپ کے سامنے ابو طالب کے وہ الفاظ بھی رکھنا چاہتی ہوں جو انہوں نے آپ ﷺ کے خطبۂ نکاح کے موقع پر ادا کیے جب آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہو رہا تھا۔ اس وقت انہوں نے کہا:

''میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ کا مقابلہ جس شخص سے بھی کیا جائے یہ شرافت، نجابت، بزرگی اور عقل میں اُس سے بڑھ جائے گا۔''

یعنی محمد ﷺ سے آگے نہ کوئی عقل میں آگے ہے، نہ شرافت میں اور نہ بزرگی میں اور بزرگی کس عمر میں؟ یہ 25 برس کے محمد ﷺ ہیں۔ اُنہوں نے کہا:

''خدا کی قسم! اس کا مستقبل عظیم ہو گا اور اس کا رتبہ بلند ہو گا۔''

ابو طالب تو نہیں جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسے حالات پیش آنے والے ہیں؟ پھر کس وجہ سے انہوں نے یہ بات کہی؟ کس بنیاد پر؟ آپ ﷺ کی پرکشش

شخصیت کی بنیاد پر۔ یہ آپ ﷺ کی شخصیت ہے جس کی وجہ سے ابوطالب جیسی شخصیت نے بھی آپ ﷺ کے حق میں یہ الفاظ کہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کو جب نبی بنایا گیا، آپ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا، جب آپ ﷺ مجتبیٰ بنے، جب آپ ﷺ مصطفیٰ بنے، جب آپ ﷺ محمد رسول اللہ بنے تو یہ صرف آپ ﷺ کی رسالت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو انسانوں میں سے آپ ﷺ کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سب سے بلند مرتبہ عطا کیا، آپ ﷺ کو تو مقامِ محمود پر فائز کرنے کا وعدہ فرمایا۔ خود قرآنِ حکیم میں ربُّ العزت نے فرمایا:

عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (بنی اسرائیل: 79)

''اُمید ہے کہ آپ کا رب آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے گا۔''

یقیناً یہ آپ ﷺ کی شخصیت ہی تو تھی، یہ آپ ﷺ کی محنت تھی، یہ آپ ﷺ کی ریاضت تھی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود محمد رسول اللہ ﷺ کو آسمانوں پہ بلایا، تجلیات کا مشاہدہ کروایا اور پھر اپنی عدالت کے مناظر دکھائے۔

آپ ﷺ کی شخصیت صرف آپ ﷺ کی عبادات کی حد تک نہیں تھی، آپ ﷺ کے رب کے ساتھ تعلق کی حد تک نہیں، آپ ﷺ کی شخصیت، آپ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے بھی دیکھی جا سکتی ہے اور آپ ﷺ کے بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے بھی۔ آپ ﷺ نے جس سچائی کو اپنایا اس کا اعتراف تو دشمن بھی کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سچے تو تھے لیکن آپ ﷺ نے سب سے بڑی سچائی کو پایا تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک سچا تعلق قائم ہوا تو آپ ﷺ کی شخصیت میں ایسا انقلاب آیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ شاید آپ ﷺ عام انسانوں کی طرح جی نہیں پائیں گے۔ اسی لیے تو کہا تھا:

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ (صحیح بخاری:3)

''مجھے میری جان کا ڈر ہے۔''

اسی وجہ سے آپ ﷺ کبھی ہمیں غارِ حرا میں خوفزدہ نظر آتے ہیں، کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اظہار کرتے ہوئے اور کبھی ایک فرشتے کو آسمان اور زمین کے درمیان معلّق دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ کی گھبراہٹ اور پھر جب آپ ﷺ کی ربُّ العزت نے ٹریننگ کی تو اس کے نتیجے میں آپ ﷺ کی کیسی کیفیت ہوگئی؟ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر بلایا، اس موقع پر ربُّ العزت نے خود تعریف کی:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (النجم:17)

آسمان پہ بلایا، اتنی تجلیات، اتنی رونقیں، جنت، جہنم، فرشتے سارے نبی، ہر طرف توجہ کھینچنے کا سامان ہے لیکن ربُّ العزت فرماتے ہیں:

''نگاہ نہ چندھیائی نہ اپنی حد سے متجاوز ہوئی۔''

یہ شخصیت ہے جس کی ٹریننگ ربُّ العزت نے کی ہے۔ ہر موڑ پر ربُّ العزت نے آپ ﷺ کی ٹریننگ کی۔ کس طرح سے آپ ﷺ کے اوپر عائد کیے جانے والے ایک ایک الزام کی ربُّ العزت نے تردید کی۔ آپ ﷺ کوہِ صفا پر جب سارے انسانوں کو دعوت دینے کے لیے جاتے ہیں تو ابولہب نے کہا تھا: تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں تم نے ہمیں اس لیے بلایا تھا کہ ہمیں یہ بتاؤ، سارے خداؤں کو چھوڑ کر ہم ایک خدا کو مان لیں؟ اس موقع پر ربُّ العزت نے کس طرح سے محمد رسول اللہ ﷺ کی ڈھارس بندھائی! فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (اللھب:1)

''ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور نامراد ہو گیا وہ۔''

اللہ تعالیٰ نے خود بتا دیا کہ ابولہب کا مشن ناکام ہو جائے گا۔ تم ان مخالفتوں کی پرواہ نہ

کرنا۔ تم نہ سوچنا کہ تمہارے دشمن تمہارے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں؟ پھر مجھے محمد رسول اللہ ﷺ کا وہ رُوپ یاد آتا ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے اکلوتے بیٹے کے انتقال پر بہت زیادہ تکلیف اور دکھ میں تھے، جب آپ ﷺ کے آنسو رکتے نہیں تھے، جب آپ ﷺ کے سینے سے ہنڈیا کے اُبلنے کی سی آواز آ رہی تھی۔ اس موقع پر ربُّ العزت کی رحمت کیسے جوش میں آئی! جب آپ ﷺ کے دشمن، آپ ﷺ کے بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ محمد ﷺ کی جڑ کٹ گئی۔ ابولہب اپنے گھر سے بھاگا تھا، حرم میں گیا اور اس نے عاص بن وائل السہمی سے کہا تھا کہ محمد کی جڑ کٹ گئی، آج اس کا اکلوتا بیٹا بھی چل بسا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایسا کیسے ممکن ہے؟ کہ محمد ﷺ کی جڑ کٹ جائے؟ ایسا تو ممکن ہی نہیں۔ جس پر ہماری نظرِ کرم ہو، جو ہمارے زیرِ تربیت پروان چڑھ رہا ہو اور ہماری نظروں کا فیضان اُسے حاصل نہ ہو؟ آپ ﷺ کو ربّ نے بتایا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر:1)

''ہم نے تو آپ ﷺ کو خیرِ کثیر عطا کر دیا''۔

آپ ﷺ اس بات سے فکرمند کیوں ہونے لگے؟ یہ تربیت ہے اس شخصیت کی جو سب سے عظیم شخصیت بننے والی تھی۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ دنیا میں سب کی جڑ کٹ سکتی ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کو احساس دلایا گیا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الم نشرح:1-3)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لیے کھول نہیں دیا؟ اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اُتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا''۔

شخصیت کی تربیت رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ ربّ العزت کیسے اس شخصیت کی تعمیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے اس بارے میں فکر نہیں کرنی۔ جب کل تک تم پریشان ہوتے تھے اور چالیس برس تک تم غارِ حرا میں جاتے رہے، اپنے رب کو کھوجتے رہے، حالات کو سازگار بنانے کے لیے کوششیں کرتے رہے، کوئی راستہ نہیں پاتے تھے تو کیا ہم نے تمہارا وہ بوجھ اُتار نہیں دیا؟ تم پر اپنی رحمت نہیں کر دی؟ کیسا ربُّ العزت کا احسان تھا رسول اللہ ﷺ کی ذات پر!

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی گھبرائے، کبھی تکلیف میں مبتلا ہوئے، آپ ﷺ نے ہر دور میں اپنے رب سے تعلق بھی قائم رکھا اور ربّ کا یہ تعلق اللہ کے رسول ﷺ کو ٹھہرنے بھی نہیں دیتا تھا۔ کبھی طائف میں کھینچ لے گیا، کبھی ان خیموں میں کھینچ لے گیا جہاں ابوجہل اور ابولہب جیسے انسان آپ ﷺ کے بارے میں یہ اظہارِ خیال کرنے کے لیے پہنچتے تھے کہ یہ دیوانہ ہو گیا، یہ بے دین ہو گیا ہے، اس کی بات نہیں سننی لیکن اللہ کے رسول ﷺ قرآن کا پیغام پھیلانے سے رکتے نہیں تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ اپنی ذات سے بڑھ کر دوسروں کے لیے چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ اس حقیقت کو پالیں جس کو میں نے پایا ہے، جیسے مجھے ربّ کی ذات کا احساس ہے، جیسے دنیا کی سب سے بڑی صداقت، سب سے بڑی حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات کو میں نے پایا ہے سبھی پالیں، جیسے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو میں نے پایا ہے سبھی پالیں، جیسے میری زندگی بدلی ہے ایسے ہی اوروں کی زندگیاں بھی بدل جائیں۔

لیکن!

عملی طور پر آپ ﷺ کو بہت دکھ اُٹھانا پڑتا تھا جب آپ ﷺ کی بات نہیں مانی جاتی تھی۔ آج الحمدللہ کتنے دلوں کے اندر اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہے اور اُس دور میں

رسول اللہ ﷺ جب گھبرا جاتے تھے، پریشان ہو جاتے تھے، مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی موقع پر اپنی کملی اوڑھے، اپنے گھٹنوں میں منہ دیئے کسی کونے میں بیٹھے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہوگی:

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى (طٰہٰ:1،2)

''طٰہٰ ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے تو نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔''

یہ شخصیت کی تعمیر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی شخصیت کو کس طرح سے ربُّ العزت نے نکھارا! یہاں وہ پہلو نمایاں ہوں گے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کی شخصیت کے اندر قوت پیدا ہوئی۔ آپ ﷺ کے اندر جو قوت پیدا ہوئی، اس کو اُبھارنے اور نکھارنے والی جو چیز تھی اور یہ کہ آپ ﷺ کی ذات میں جو انقلاب آیا، آپ ﷺ کی ذات میں جو تبدیلی آئی، اس کے پیچھے کیا تھا؟ پیچھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق تھا۔

انسانی زندگی میں کوئی بھی کام کرنے کے لیے ہمیشہ قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بات محض انسانی زندگی کی نہیں، کوئی بھی چیز ہو کسی نہ کسی energy کی ضرورت ہوتی ہے جیسے گاڑی کو پٹرول کی ضرورت ہے، جہاز چلے تو اسے بھی فیول کی ضرورت ہے۔ اگر بڑی بڑی ٹرینز چلیں تو انہیں بھی ایندھن کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے انہیں قوت ملتی ہے اور وہ چلتی ہیں۔ ایسے ہی انسانی شخصیت کو بھی قوت کی ضرورت ہے۔ وہ قوت کون سی ہے؟ وہ قوت ذاتِ باری تعالیٰ سے تعلق کی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں فرمایا:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:19)

''سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ''۔

اللہ ربُّ العزت فرماتے ہیں:

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (البقرہ:165)

''یقیناً قوت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''۔

آپ دیکھئے ایک تو بجلی کی قوت ہے جس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں بہت سہولتیں پیدا ہوئیں۔ بجلی کی قوت کو اگر ہم دیکھنا چاہیں تو تاروں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے، کہاں سے چلتی ہے اور کہاں تک جاتی ہے! لیکن اس قوت کو اگر آپ ننگے ہاتھوں سے چھونا چاہیں تو بدن جل کے راکھ ہو جائے گا، وہ قوت اندر نہیں آئے گی لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کی قوت ایسی ہے کہ بندہ جب اس کا قرب حاصل کرتا ہے تو اس کی قربت کی وجہ سے انسان کی ذات کے اندر زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق جس کا اظہار نماز سے ہوتا ہے، سجدوں سے ہوتا ہے۔ انسان وہ قوت اس تعلق کے حوالے سے سجدوں سے حاصل کرتا ہے، ذکر سے حاصل کرتا ہے، دُعا سے حاصل کرتا ہے، غور وفکر سے حاصل کرتا ہے۔ ایک لمحے کا غور وفکر انسان کو کتنی قوت باہم پہنچا دیتا ہے اور یہ قوت اللہ کے رسول ﷺ کس طرح سے حاصل کیا کرتے تھے؟ دکھ کا معاملہ ہو یا خوشی کا، زندگی میں کوئی امر پیش آیا اور ایسا مرحلہ ہے جس میں آپ ﷺ Confused ہوں، بات کسی ضرورت کی ہو، کسی خوشی کے اظہار کی ہو، بات کسی دکھ کے اظہار کی ہو تو آپ ﷺ کا کام کیا تھا؟ دو رکعت نماز پڑھ لوں اور قوت حاصل کرلوں۔ آپ ﷺ کی شخصیت کی Power یہی ہے، آپ ﷺ کی قوت بنیادی طور پر یہ ہے۔ اسی وجہ سے تو قرآن میں ربّ العزت نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:165)

''وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر محبت رکھتے ہیں۔''

کتنے شدید ہو جاتے ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''بندہ برابر نوافل سے اپنے رب کی قربت حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا

ہوں۔ بندہ کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ محبوب بنالیتا ہے۔ جب میں اس سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے طلب کرتا ہے تو میں دیتا ہوں، اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔''

بندے کا ارادہ جب رب کے ارادے کے ساتھ جا کر مل جاتا ہے تو پھر کس طرح کی قوت حاصل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تین باتیں ایسی ہیں جس کے اندر موجود ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا اور اس میں سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اس کو محبوب ہو جائے۔'' (صحیح بخاری:16)

یہ پہلی بات ہے۔ یہی ہمارے موضوع سے متعلق ہے کہ انسان جب اپنے رب کی ذات کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے اس وقت اس کو وہ قوت نصیب ہوتی ہے جس کو شخصیت کی قوت کہا جاتا ہے اور یہ شخصیت کیسی ہے؟ کان اللہ تعالیٰ کا، آنکھ اللہ تعالیٰ کی، نہ دیکھیں اُس کی مرضی کے بغیر، نہ سنیں اُس کی مرضی کے بغیر، نہ بولیں اُس کی مرضی کے بغیر، نہ ہاتھ سے کام لیں اُس کی مرضی کے بغیر، نہ چلیں اُس کی مرضی کے بغیر، اللہ تعالیٰ کا اور بندے کا ارادہ مل جاتا ہے اس لیے کہ بندہ اس کی قربت کے لیے کوششیں کرتا ہے۔

اسلام کی ساری تعلیمات کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ انسان کو اچھا انسان بنایا جائے۔ انسان تو سبھی ہیں لیکن اچھا انسان بنانا اسلام کا مقصد ہے۔ اسی وجہ سے قرآنِ مجید میں سورۃ الفرقان میں ربّ فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان:63)

''رحمان کے اصلی بندے وہ ہیں جو زمین میں نرم چال چلتے ہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بندے تو سارے ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص اچھے بندے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اچھا بنانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اچھا کیسے بناتا ہے؟ اپنے رسولوں کے توسط سے، اپنی رہنمائی کے توسط سے۔ اسلام کا بنیادی مقصد اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ اچھی شخصیت کی تعمیر کی جائے۔ آپ ﷺ کی شخصیت کو نمونہ کیوں بنایا؟ تاکہ باقی شخصیات بھی انہی کے پیمانے میں ڈھلتی چلی جائیں۔ مثلاً کسی فیکٹری میں برتن بنانے کے سانچے میں جو میٹریل ڈالا جاتا ہے اس سانچے سے ویسی چیزیں بن بن کے نکلتی چلی جاتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے سانچے میں ڈھل ڈھل کر شخصیات نکلتی رہیں اور وہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھی۔ آپ ﷺ کی عظیم شخصیت کا مشن یہ تھا کہ فرد کو نیکی کا راستہ دکھایا جائے اور پھر نیکی اس کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ وہ نیکی کا علمبردار بن کر اٹھ کھڑا ہو، نیکی کی دعوت دینے والا بن جائے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا مقصد تھا کہ آپ ﷺ انسان کو نیک بنانا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر معاملے میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا سکھایا۔ ایک بار آپ ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ:156)

''ہم تو ہیں ہی اللہ تعالیٰ کے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! یہ بھی کوئی ایسی بات ہے کہ اس پر اناللہ پڑھنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ ایک اور موقع تھا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو ہمیشہ اپنے رب سے مانگو''۔ یہ رجوع الی

اللہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے سکھایا۔

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا ہم تین حوالوں سے جائزہ لیں گے:

1۔رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا نمایاں حصہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق کا ہے۔

2۔آپ ﷺ کی ذات ہمارے لیے نمونہ ہے، آپ ﷺ کی شخصیت عظیم ہے تو اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے صرف اپنی ذات کو ہی نکھارنے کی کوشش نہیں کی بلکہ خدمتِ خلق کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ بیماروں کی خدمت کرتے، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بنتے۔ آپ ﷺ انسانیت کی خدمت میں ہر طرح سے مصروفِ عمل رہتے تھے اور اس خدمت میں سے بنیادی خدمت جو آپ ﷺ نے انجام دی وہ انسانیت کو آگ سے بچانے کی کوشش ہے۔

3۔اس شخصیت کا جو تیسرا حصہ ہے وہ اُسوۂ حسنہ ہے۔ رہتی دنیا تک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چراغ بنا دیا، سِرَاجًا مُّنِیْرًا، ایسی شخصیت جس سے لوگ فیض حاصل کریں۔

سب سے پہلی بات ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ انسان بننے کے لیے، ایمانی زندگی گزارنے کے لیے، نیکی کا علمبردار بننے کے لیے انسان کو دوسرے انسانوں سے اوپر اٹھنا پڑتا ہے۔ ساری مخلوقات میں سے صرف وہ شخص اوپر اٹھ سکتا ہے جو ساری مخلوقات کے خالق کو پالے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ربّ کو پالیا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بنالیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو اپنا بنالیتا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا سب کچھ، سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر رکھے تھے اور اس کا اظہار آپ ﷺ نے غزوۂ احد میں کیا تھا جب ابوسفیان نے کہا تھا:

''ہمارے لیے تو عزیٰ دیوی ہے تمہارے لیے کچھ بھی نہیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ اس کو بتادو:

''اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی ولی نہیں۔''

تمہارا کوئی ایسا مولا نہیں جو مافوق الفطری طریقے سے تمہاری مدد کر سکے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ساری اُمیدیں، سارے اندیشے اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں۔ یہ بات صرف اللہ کے رسول ﷺ کی نہیں، آج بھی جس کو اپنی زندگی کا نقشہ تبدیل کرنا ہے، اُسے اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانا ہے، اپنی زندگی کے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے ہیں۔ یہی اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ یکسو تھے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف رُخ نہیں کرتے تھے، صرف نماز میں نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی میں ہی۔ آج بھی جو محمد رسول اللہ ﷺ کی عظیم شخصیت سے سبق لینا چاہتا ہے اس کے لیے راستہ کیا ہے؟ کہ وہ سب سے رُخ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جائے، سب سے تعلق کاٹ کے اللہ تعالیٰ کا ہوجائے لیکن یہ تعلق ایسے نہیں کٹے گا کہ ان کو حقوق وفرائض نہیں ادا کرنے پڑیں گے۔ تعلق اس طرح سے کاٹنا ہے جس طرح نماز میں اردگرد سے بے تعلق ہوتے ہیں۔ جیسے آپ ﷺ نماز میں ہوتے تھے تو آپ ﷺ کو کیا تلقین کی گئی تھی؟

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل: 7)

''سب سے کٹ کر اُسی کے ہو رہو''۔

دیکھیے! دنیا میں کتنی شخصیات آج بھی موجود ہیں جو اپنی نیکی، اپنے خیر اور اپنے کارناموں کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ مثلاً دنیا میں جتنے لوگ ریسرچز کرتے ہیں، وہ اس کو اپنے نام پہ کروالیتے ہیں۔ مثلاً میڈیسن کی کمپنی میں میڈیسن کسی نہ کسی کے نام پر

رجسٹرڈ ہوتی ہیں کہ یہ بیس برس تک یا پندرہ برس تک اس کمپنی کا حق ہے، باقی کوئی اس فارمولے کو استعمال نہیں کرسکتا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہماری ایجاد ہے، اس کو کوئی نہیں پا سکتا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کا طرزِ عمل دیکھیں کہ جیسا تعلق خود پایا، ویسا دوسروں کو بھی سکھانے کی بھرپور کوشش کی۔ آپ اس کے مقابلے میں ذرا سائنس دانوں کے طرزِ عمل کو دیکھیے۔ آج دنیا میں جنگ کس بات کی ہے؟ کہ اگر امریکہ نے تحقیق کی، اگر جرمنی نے تحقیق کی تو پاکستان نے کیوں تحقیق کی؟ امریکہ تو ایٹم بم بنا سکتا ہے لیکن آخر ایک کمزور ملک کیسے وہ کام کرلے جو ایک طاقتور نے کیا ہے؟ یہ تو ہماری ملکیت ہے، یہ تو ہم سے تعلق رکھنے والی ٹیکنالوجی ہے لیکن اس کے مقابلے میں آپ دیکھیے: محمد رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل کیسا ہے؟

خود اپنی نماز سے قوت حاصل کرتے ہیں تو دوسروں سے کہتے ہیں یہ ہے قوت کا خزانہ، آپ بھی اپنے رب سے تعلق قائم کرلو، آپ بھی قوی ہو جاؤ گے، آپ کے لیے بھی خیر کے خزانے کھل جائیں گے اور اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حیاتِ انسانی کے لیے سب سے بڑا Contribution ہے کہ جیسے آپ ﷺ نے خود ربانی طریقے کو سیکھا ایسا ہی دوسروں کو سکھایا۔ آپ ﷺ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے نمونہ رکھ دیا اور آپ ﷺ سراجاً منیرا بن گئے، روشن چراغ۔ اس کی روشنی آج سوا چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی ہم تک پہنچ رہی ہے الحمدللہ! وہ چھپی ہوئی شخصیت نہیں ہے، کسی نبی کی زندگی کو لا کر دکھایئے، نبیوں سے محبت کرنے والے آج بھی موجود ہیں، خود مسلمانوں سے زیادہ محبت کرنے والے عیسائی بھی موجود ہیں لیکن نبی کی تعلیم کے حالات مٹ چکے، وہ تعلیمات اس طرح سے زندہ نہیں اور خود مستشرقین اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلمان وہ جنونی قوم ہے کہ اگر ان کے رسول کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کے بارے میں کسی نے یہ کہہ دیا: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ کہ ''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا'' تو پھر مسلمان اس کی زندگی کے

پیچھے پڑ گئے۔اس کے بارے میں یہ جانا کہ اس نے کہیں جھوٹ تو نہیں بولا؟ کہیں اس نے دھوکے بازی تو نہیں کی؟ کہیں اس پہ بہتان تو نہیں لگا؟ کہیں اس کا حافظہ تو خراب نہیں تھا؟ کہیں اس کے دوسرے معاملات تو خراب نہیں تھے؟

کس وجہ سے؟ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جس کی وجہ سے آنے والے افراد کے لیے دھندلاہٹ پیدا ہو جائے۔آپ ﷺ کی شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے ایسا روشن چراغ بنایا کہ جس سے پوری انسانیت نے نور حاصل کرنا ہے۔وہ شخصیت ایسی نہیں جس کو ہم بلندی پہ رکھ کے پوجتے رہیں،اس شخصیت کے بارے میں تو ربّ العزت نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

''تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

تم نے ان جیسا بننے کی کوشش کرنی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرنی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ایک فیصلہ کرنا ہے کہ جہاں بھی ہوں گے،رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا۔ ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔نہ اپنی مرضی اور نہ ہی معاشرے کی مرضی بلکہ مرضی تو صرف ربّ کی ذات کی ہوگی۔اسی کے ساتھ اپنی خوشی کو اور اپنے سارے صدموں کو share کرنا ہے۔جیسے قطب نما کی سوئی ہمیشہ north,south گھومتی ہے،اسی طرح بندۂ مومن کا رخ کس طرف رہتا ہے؟ قبلہ رُو۔یعنی جیسے نماز میں اس کا رُخ قبلے کی طرف رہتا ہے،ایسے ہی وہ باقی معاملات میں بھی اپنے رب سے رہنمائی لیتا ہے اور ربّ کی رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے آپ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی تعلیمات،اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ایمان کا راستہ تو اللہ تعالیٰ سے تعلق کا راستہ ہے اور پھر آپ یہ دیکھیں کہ جہاں تک

سڑک نہیں پہنچتی وہاں تک گاڑیاں نہیں جاتیں، وہاں تک قافلوں کا پہنچنا کتنا مشکل ہو جاتا ہے! یہ سڑکیں، یہ Moter ways ہماری کتنی رہنمائی کرتے ہیں! اللہ کے رسول ﷺ کا یہ بہت بڑا Contribution ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ بالکل صاف کر دیا۔ اگر ہم تاریخِ انسانی میں آپ ﷺ سے پہلے آنے والی شخصیات کا جائزہ لیں کہ وہ کس نوعیت کی تھیں؟ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی پیدا کردہ تعلیمات کے اثرات کیسے ہیں؟ بندے اور ربّ کے بیچ میں فادر یعنی پادری آ گیا۔ وہ کہتا ہے خدا سے معافی مانگنا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے؟ جب تم میرے سامنے اعتراف کرو گے تو میں خدا کے سامنے تمہاری بات پہنچاؤں گا، ہوسکتا ہے کہ وہ معاف کر دے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معاف نہ کرے۔ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ اعتراف اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں بلکہ کسی اور کے سامنے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا بتایا؟ اللہ تعالیٰ اور بندے کے بیچ میں کوئی نہیں، دیکھو! میں نے تمہارے لیے راستہ بنا دیا۔

راستہ بنانے کا ایک خوبصورت واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ ہم لوگ کے ماہِ اپریل میں جھیل سیف الملوک کا نظارہ کرنے کیلئے گئے۔ سارا راستہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس پر نہ تو جیپ جا سکتی تھی اور نہ ہی اس موسم میں گھوڑے جا سکتے تھے، راستہ ہی نہیں تھا۔ ہم نے ایک گائیڈ کو ساتھ لیا، وہ بیلچے سے ایک ایک قدم کھودتا جاتا تھا اور اُس پر قدم رکھتا تھا۔ وہ تھوڑا سا آگے ہوتا اور ہم پوری قطار اس گائیڈ کے پیچھے پیچھے ان کھدی ہوئی جگہوں پر قدم رکھتے چلے جا رہے تھے۔ اسی طرح ایک ایک قدم اٹھاتے ہم نے تقریباً سات میل کا فاصلہ طے کیا اور وہ بھی اونچائی کی طرف جاتے ہوئے کیونکہ سیف الملوک ناران سے کافی بلندی پر واقع ہے۔ ایسے ہی آپ یہ دیکھئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس کس طرح گائیڈ کا فریضہ انجام دیا! کوئی راستہ نہیں تھا، کیسے کھود کھود کے آگے رہنمائی کی،

میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، تمہیں اللہ تعالیٰ کا راستہ مل جائے گا۔ آؤ میں تمہیں تمہارے خدا سے متعارف کرادوں، اس کے بعد تمہیں کسی رابطے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جب ہم رابطہ کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ ہماری رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انسان کا براہِ راست تعلق خالق انسان کے ساتھ جوڑ دیا۔

آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ اگر کہیں براہِ راست فون نہ کر سکتے ہوں اور آپریٹر کے ذریعے کال ملانی ہو تو کیا ہوتا ہے؟ انتظار۔ پھر کتنی وحشت ہوتی ہے، دل کے اندر تنگی آتی ہے کہ وقت ضائع ہو گیا، ہمارے سارے معاملات خراب ہو رہے ہیں، جو پیغام دینا تھا وہ دے نہیں پاتے۔ بعض اوقات کئی کئی دن ہو جاتے ہیں کال ملتی نہیں اور رابطہ جڑ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ: 186)

''پکارنے والا جب کبھی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور اس کا جواب دیتا ہوں۔''

یہ رابطہ، یہ تعلق کس نے جوڑا؟ یہ اللہ کے رسول ﷺ نے جوڑا اور اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایمان والے جب کبھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ والدین، اولاد، ازواج، مال، دنیا کے تمام انسانوں اور ساری محبتوں سے بڑھ کر جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے تو پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ پھر اس کے دین سے، اس کی رہنمائی سے محبت ہوتی ہے، پھر اس کے رسول سے محبت ہوتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ پھر ایک انسان دین کے راستے کو کبھی چھوڑنا نہیں چاہتا کہ یہ میرے رب کا راستہ ہے، یہ اس نے مجھے بتایا ہے۔ لہٰذا پھر وہ نہ صرف خود اس کے دین پر عمل پیرا ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کے دین کی طرف

دعوت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا راستہ خود کو اس کے دین کے لیے لگا دینے کا راستہ ہے۔ جو بھی رب سے محبت کرتا رہا، آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر محمد ﷺ کے دور تک اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر آج تک، اگر دیکھئے تو ایک ہی چیز ہمیں نظر آتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بن گئے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کرو۔ اُس کے بندوں کو اُس کے راستے پہ لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جبر نہیں کرنا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم انہیں قائل کرو، محبت کے ساتھ سمجھا دو، میرے بندوں کا رابطہ مجھ سے جوڑ دو۔ جو بھی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے جب وہ اپنے آپ کو اس کے دین کے لیے لگا دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت کرتا ہے جیسے سورۃ المائدہ میں آتا ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المآئدہ:54)

"وہ سب اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور وہ ان سے محبت رکھتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بھی محبت رکھوں گا لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے ملے گی؟

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران:31)

"اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا"۔

اللہ تعالیٰ کی محبت آج اگر ہمیں نصیب ہو سکتی ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں، آپ ﷺ کی اتباع میں اور اتباع کی، پیروی کی مثال ایسے ہے جیسے میں نے ابھی آپ کو بتایا کہ آگے آگے کھدائی کرنے والا ہے، جہاں قدم رکھے پیچھے وہیں رکھ دیں۔ اگر ادھر اُدھر رکھا تو پھسل کر نیچے جا گریں گے اور نیچے کیا ہے؟ گہری کھائیاں، شوریدہ سر پانی بہا کے ساتھ لے جائے گا، کچھ بھی نہ بچے گا۔

اگر اس دنیا کی ہلاکتوں سے بچنا ہے تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنی ہے، نشانِ قدم کی پیروی کرنی ہے،ان کے پیچھے چلنا ہے۔اللہ تعالیٰ سے تعلق ہماری ناگزیر ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لیے بنیادی چیزیں ہم نے دیکھیں۔رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا بنایا،اللہ تعالیٰ کو اپنے سارے معاملات سپرد کر دیئے۔اس وقت ہم اپنی ذات کا تجزیہ کریں گے تاکہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کر سکیں کہ کیا کچھ کرنے کی ضرورت ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا ساتھی بنالیا؟ کس حد تک؟ بہت حد تک،کسی حد تک یا بالکل نہیں؟ اور پھر یہ کہ اگر ابھی تک ارادہ نہیں بھی بنایا تو آئندہ کیلئے پختہ ارادہ کرنا ہے۔انسان جب ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنے عمل کو کہیں نہ کہیں جا پنچتا رہتا ہے۔

تبدیلی کے لیے لمبا چوڑا عرصہ درکار نہیں ہوتا،تبدیلی کے لیے ہمیشہ ایک نقطہ درکار ہوتا ہے اور یہ وہ نقطہ ہوتا ہے جہاں انسان یہ محسوس کر لیتا ہے کہ تبدیلی میری وجہ سے آئے گی۔ یہ کام میں نے خود ہی کرنا ہے۔جب انسان کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ کام میں نے کرنا ہے تو وہ commitment کرتا ہے،اپنی ذمہ داری کو قبول کرنے کے بعد پختہ ارادہ اور عزم کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران:159)

"جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو"۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ ہر گھڑی اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے تھے تو ہمیں دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سارے معاملات کہاں تک سپرد کیے؟ اور ہر مشکل گھڑی میں کہاں تک اس سے رجوع کیا؟ ایک طرف اللہ کے رسول ﷺ کی ذات ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے تو تب محبت کروں گا جب تم میرے رسول ﷺ کی اتباع کرو گے۔یہ اتباع کہاں کہاں کرنی ہے؟ دل میں عہد کر لیں کہ آئندہ زندگی کے ہر معاملے میں رسول اللہ

ﷺ کی ہی پیروی کرنا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی نمازیں، آپ ﷺ کے روزے، آپ ﷺ کی دعائیں، آپ ﷺ کا ذکر، یہ سارے اللہ تعالیٰ سے تعلق ہی کے ذریعے ہیں۔ آپ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

اَرِحْنَا یَا بِلَال ! (مسند احمد:364/5)

''اے بلال رضی اللہ عنہ! ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کر دو۔''

آنکھوں کی ٹھنڈک جانتے ہیں کیسے ملتی ہے؟ جب انسان نماز میں اپنے رب کو پالیتا ہے۔ اگر محبوب ہستی سے ملاقات ہو تو کتنی ٹھنڈک ہوتی ہے، کتنی تسکین ہوتی ہے! اللہ تعالیٰ کی ذات جس کیلئے سب سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے پھر اس کے لیے سب سے زیادہ خوبصورت عمل نماز کا عمل ہو جاتا ہے اور نماز کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں: کہتی ہیں جب سورۃ المزمل کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں:

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (المزمل:5-1)

''اے اوڑھنے لپیٹنے والے! رات کو کھڑے رہا کرو، رات کا کچھ حصہ، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔''

رب العزت نے فرمایا: یہ نماز تمہیں کس طرح سے کام دے گی؟ تم دن میں تو وہ تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ مثلاً جیسے آپ کے پاس موبائل ہے۔ اس کی بیٹری بہت جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ جتنا استعمال کرتے ہیں اتنی جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر آپ کیا کرتے ہیں؟

اسے charging پہ لگا دیتے ہیں۔ایسے ہی ہماری ذات کو بھی charge کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس بیٹری کو charge کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں رکھی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو خصوصی طور پر کہا کہ یہ بیٹری رات کو charge کرنی ہے۔ کیوں؟

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ط اِنَّ لَکَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (المزمل:6,7)

''درحقیقت رات کا اُٹھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔دن کے اوقات میں تو تمہارے لیے لمبی چوڑی مصروفیات ہیں''۔

رات کا جاگنا یقیناً نفس کو کچلنے کے لیے اور بات کے مضبوط کرنے کے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔لہٰذا آپ ﷺ رات کو سوچ لگاتے تھے، رات کو تعلق قائم کرتے تھے اور کیسے؟ نماز کے ذریعے سے۔آپ ﷺ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا: احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھتے ہو''۔یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سامنے ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے سامنے محسوس کرو لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکتا ''اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو پھر وہ تو تمہیں دیکھتا ہے''۔(صحیح بخاری:50)

اس کا مطلب ہے نماز میں صحیح سوچ کس کا لگے گا؟ جو کم از کم اللہ تعالیٰ کی نظروں کو اپنے اوپر محسوس کرتا رہے گا۔نماز میں ہوتا کیا ہے؟ آپ ہاتھ اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ کو سامنے موجود پائیں، انسان کے اندر زلزلہ آجاتا ہے اور خاص طور پر رات میں انسان کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ایک بار انسان کی آنکھ سے آنسو نکل آئیں، پھر اس کے لیے کنٹرول کرنا ہی مشکل ہو جاتا ہے! اور رب کا تعلق کتنا زور آور ہے کہ انسان کی آنکھ سے بہہ نکلتا ہے، آنکھیں اظہار کرتی ہیں، دل دھڑکتا ہے، سانسیں اتھل پتھل ہوتی ہیں اور سینے کے اندر کیسے

جذبوں کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔انسان کا رونا تھمتا نہیں ہے کیونکہ انسان جب سے پیدا ہوا، بچھڑنے کی سی صورتحال ہے۔جب ملاقات ہوتی ہے تو اس کے اندر وہی تبدیلی آتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اندر آئی۔رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہمیں ملتا ہے کہ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے تو ایسے جیسے بے جان درخت کھڑا ہے۔آپ ﷺ نماز میں روتے تو داڑھی بھیگ جاتی،سینہ بھیگ جاتا،رکوع میں جاتے تو آنسو ٹپ ٹپ نیچے گرتے، سجدے میں جاتے تو سجدے والی جگہ بھیگ جاتی۔

محمد ﷺ سب سے زیادہ پاکباز انسان،سب سے زیادہ روشن دل انسان اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے رونے والے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سورۃ المزمل کی یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے اتنی نمازیں پڑھیں کہ آپ ﷺ کے پاؤں سوج جاتے تھے،سوجن کی وجہ سے آپ ﷺ کے انگوٹھے پھٹ جاتے تھے تو میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا:''کیوں اپنے آپ کو ہلاک کیے دیتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف نہیں کر دیا''؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا

''کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟''

یعنی کیا میں اس کا شکرادا نہ کروں؟ میری ذات پر اس کے کتنے انعامات ہیں!جس دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی شناخت اترتی ہے اسے کسی تکلیف کا احساس نہیں رہتا۔تجربہ کر کے دیکھ لیجیے،تجربہ شرط ہے۔پاؤں سوجیں یا بے خوابی کی وجہ سے آنکھیں پھولنے کو آجائیں، احساس ہی نہیں ہوتا۔اس لیے کہ جب انسان اپنے رب کو پالیتا ہے تو جسم سے بے نیاز ہونے لگتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اندر یہ بات ہے کہ آپ ﷺ نے نمازیں پڑھیں تو

نمازوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنالیا اور پھر آپ ﷺ کا ذکر دیکھیں کہ سوئیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے، اُٹھیں تو سب سے پہلے اُسی کا نام، اُسی کے نام سے ہر کام شروع، اُسی کے نام سے ہر کام ختم، کھانا کھائیں اُس کے نام سے، اختتام ہو اُس کے شکر پہ، سواری پہ بیٹھیں اُس کے نام سے، گھر کے اندر داخل ہوں اُس کے نام سے، گھر سے نکلیں تو اُس کے نام سے، زندگی کا ہر ہر کام ایسا ہے جس میں آپ ﷺ نے دعائیں کیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے یاد رکھا؟ رسول اللہ ﷺ کا ذکر، آپ ﷺ کی دُعائیں، آپ ﷺ کا استغفار کیسا تھا؟ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے تھے۔ یقیناً استغفار ذکر کی ایک بہترین صورت ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ

''میں دن میں سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں''۔ (صحیح مسلم:6858)

جس نے کوئی گناہ نہیں کیا وہ تو اتنی بار بخشش مانگے کہ کہیں کوئی رویہ ناپسند نہ آیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یہی چیز سکھائی۔ جب آپ ﷺ کی دعوت اختتامی مرحلے میں داخل ہوئی تو اس وقت ربُّ العزت نے فرمایا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا

(النصر:3-1)

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے تو تم اپنے رب کی پاکی کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے رہو، یقیناً وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

کس طرح ایک ایک محفل میں آپ ﷺ بخشش طلب کیا کرتے تھے! آپ ﷺ کو دیکھنا چاہیں تو ہر وقت دُعائیں مانگتے ہوئے نظر آتے تھے، صبح شام ہر موقع پر دُعائیں اور ہر وقت آپ ﷺ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا تذکرہ رہتا تھا، ہر وقت اسی کی بات، جہاں

بیٹھیں اُسی کی ذات کی بات! ماں بات کرے تو بچے کی کرے، اللہ تعالیٰ کے حبیب کریں تو اللہ تعالیٰ کی بات کریں۔فرق کیوں ہے؟ اگر ماں رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چل رہی ہے تو ماں کو بھی کیا چیز یاد رہنی چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق کیسے قائم کرتے تھے؟ زبان پر بھی اللہ تعالیٰ کا تذکرہ اور آپ ﷺ مجلس میں بھی اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کرتے تھے۔ذکر سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کے، اس کی تفہیم کے سلسلے جاری رکھا کرتے تھے، ایسی مجالس منعقد کرتے تھے۔آپ ﷺ نے ہمیشہ تعلیمی مجالس کو زیادہ پسند فرمایا۔ایک بار مسجدِ نبوی ﷺ میں آپ ﷺ ایک حلقے میں گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔آپ ﷺ نے سنا تو کچھ نہیں کہا اور ٹھہرے بھی نہیں۔پھر اگلے حلقے میں گئے، وہاں آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ قرآن کی تعلیم اور اس کو سمجھنے اور سمجھانے میں مشغول ہیں تو آپ ﷺ ان کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کو اچھا لگا کہ میں نے جو کام کیا انہوں نے بھی شروع کر دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (سنن ابن ماجہ: 229)

”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے“۔

آپ خوش ہوئے کہ جیسے میں معلم ہوں ویسے ہی تم بھی وہی کام کر رہے ہو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے حوالے سے دیکھنا یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کی نماز آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی تو ہماری نماز ہمارے لیے کیا ہے؟ نماز سے آپ ﷺ نے قوت حاصل کی، ہم کتنی کر رہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کے دل نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھا۔ہمارا دل کتنا یاد رکھتا ہے؟ کسی حد تک، بہت حد تک، بالکل نہیں یا آئندہ ہمیشہ یاد رکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نیکی کی مجلسیں منعقد کرتے تھے تو ہم یہ کام کتنا کرتے ہیں؟ اور اس کے لیے کتنا تعاون کرتے ہیں؟ کیونکہ ہم تو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں، یہ ہمارے فرائض میں سے ہے کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے کیے ہم نے بھی کرنے ہیں۔

آپ ﷺ نیک لوگوں سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے وقت کے بادشاہوں سے تعلقات قائم نہیں کیے۔ آپ ﷺ کے سب سے قریب وہ لوگ تھے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھی وہ جنہوں نے آپ ﷺ سے تربیت پائی، آپ ﷺ نے انہی کو اپنے قریب رکھا۔ اسی طرح آپ ﷺ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں کرتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مختلف جہتیں ہیں۔

تعلق باللہ کی ایک جہت صحبت ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا یعنی نیک لوگوں سے تعلق رکھنا۔ نیکی پر اگر قائم رہنا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک انسان اکیلے گھر بیٹھ کر نیکی کے کام کرتا رہے۔ شیطان کرنے ہی نہیں دیتا، اس کو کھینچ کھینچ کر پیچھے لاتا ہے۔ اچھی عادات کے پیدا کرنے میں صحبت کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے اچھا ماحول چاہیے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مجلسی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی کہ مل کر اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم حاصل کرو اور اسے سمجھو، اس پر عمل کرو، دوسروں کو دعوت دو اور لوگوں تک پھیلانے کے لیے اور زیادہ کوششیں کرو۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لیے اللہ کے نبی ﷺ نے صحبت کا سلسلہ کیسے جاری کیا اور آج ہم کتنی کوششیں کر رہے ہیں؟

اسی طرح دُعاؤں کے حوالے سے دیکھیں! اللہ کے رسول ﷺ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو پکارتے، نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے خصوصی دُعائیں کرتے اور ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ سے دُعائیں

کرتے تھے تو ہم خود کو دیکھیں کہ کس مقام پر ہیں؟

اسی طرح خدمتِ خلق اللہ کے رسول ﷺ کی شخصیت کا دوسرا پہلو ہے۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور آپ ﷺ نے اس کنبے کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے خود بھی کوششیں کیں اور دوسروں کو بھی تلقین کی۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

> ''میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے: کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈروں، جو مجھے محروم کرے میں اسے عطا کروں، جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں۔''

کیسے راستے ہیں! کوئی نہیں ملنا چاہتا پھر بھی میں اس سے ملوں، جو مجھے محروم کر دے، عزت سے، مال سے، مرتبے سے، میں اس کے معاملے میں خدا سے ڈروں، میں اس کے ساتھ غلط معاملہ نہ کروں اور اسی طرح آپ دیکھئے کہ آپ ﷺ نے تلقین کی:

> اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (صحیح مسلم: 194)
>
> ''لوگوں کے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔''

سلامتی کی دُعائیں دینا کتنی بڑی نیکی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ یتیموں کا سہارا تھے، بیواؤں کی خدمت کرتے تھے، مسکینوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا کرتے تھے، حاجت مندوں کی حاجت پوری کیا کرتے تھے اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت کیا ہے؟ کہ انسانیت کو آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچایا جائے، جس کے لیے آپ ﷺ وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پڑھ کر سنایا کرتے تھے، ان کو اچھے اَخلاق کی تربیت دیتے اور حسنِ معاملہ کرنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے وعظ کیا، نصیحت کی، دل سوزی سے ساری زندگی مصروف رہے۔ آپ ﷺ نے اپنے قول، فعل اور کردار سے جو کچھ ثابت کیا، اس کو اُسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت کا یہ تیسرا پہلو ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے لیے نمونہ بنا دیا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ اپنی انفرادی زندگی میں نمونہ تھے۔ آپ ﷺ کی نماز ہمارے لیے نمونہ ہے، آپ ﷺ کی عبادات میں نمونہ، آپ ﷺ کے خُلق میں نمونہ۔ اسی لیے کہ ربُ العزت فرماتے ہیں:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم :4)

''آپ ﷺ تو خُلق کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہیں''۔

آپ ﷺ کی ذات کیسی ہے! آپ ﷺ نے خود عمل پیرا ہو کے دکھایا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے، ان کے قول میں بھی، ان کے فعل میں بھی اور اسی طرح آپ ﷺ کے سامنے جو کام کیے گئے اور آپ ﷺ نے ان کی نفی نہیں کی، ان میں بھی بہترین نمونہ ہے۔

آپ ﷺ نے اجتماعی زندگی کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کی زندگی ایک صبر کرنے والے کی، ذکر کرنے والے اور شکر کرنے والے کی زندگی تھی۔ آپ ﷺ نے معاشرت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے معیشت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے بہترین سیاست کی، بہترین نظامِ حکومت قائم کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ نے بین الاقوامی تعلقات کی اصلاح کی۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات سے ہمیں ایسا نمونہ دیا جس کی وجہ سے آج کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کے پاس اگر کوئی لیڈر ہے، رہنما ہے، انسانیت کا کوئی محسن ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ آج کے مسلمان چاہے وہ خاتون ہو یا مرد، اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ محسنِ انسانیت ﷺ کی ذات سے

علم اور تربیت کا نور حاصل کرنے کے بعد اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرے اور پھر اپنا جائزہ لے کہ "میری ذات نبی ﷺ کی ذات کے آئینے میں" کیسی ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے اور ہمارے سامنے Parameters بھی ہیں کہ ہم نے کس کس میدان میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہے۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو کس جگہ پر پاتے ہیں؟ اور کس طرح اپنی زندگی کے اندر وہ تبدیلی پیدا کریں جو تبدیلی پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا تھا۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا سارا وقت ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق لگایا تھا۔ گھر والوں کے لیے وہ سب سے بہترین تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

> "تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہترین ہے اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے حق میں بہترین ہوں۔" (ترمذی:3895)

اگرچہ آپ ﷺ نے جنگیں کیں، اگرچہ آپ ﷺ حکمران تھے، اگرچہ آپ ﷺ نے ریاست کی تعمیر کی لیکن اس کے باوجود گھر والوں کے ساتھ تعلقات میں بھی آپ ﷺ کا اُسوہ بے مثال ہے۔

عظیم شخصیت ﷺ — ایک نظر میں

3۔خدمتِ خلق
1۔محروم طبقات کو حق دلوانا
2۔بیماروں کی خدمت
3۔مسافروں کی خدمت
4۔انسانیت کو رب سے جوڑنا

4۔عظیم شخصیت
1۔پاک دل
2۔پاک نظر
3۔پاک طینت
4۔پاک باز

نمبر شمار	جائزے کے سوالات	ہاں	نہیں	کسی حد تک	بہت حد تک
1	کیا میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا بنالیا ہے؟				
2	کیا میں نے اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیے ہیں؟				
3	کیا میں ہر مشکل گھڑی میں اللہ سے رجوع کرتی / کرتا ہوں؟				
4	کیا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک بن چکی ہے؟				
5	کیا میں وقتاً فوقتاً روزے سے قوت حاصل کرتی / کرتا ہوں؟				
6	کیا میں دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتی / رکھتا ہوں؟				
7	کیا میں نیکی کی مجلس منعقد کرتی / کرتا ہوں؟				
8	کیا میں نیک لوگوں سے تعلق رکھتی / رکھتا ہوں؟				
9	کیا میں صبح و شام اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی / کرتا ہوں؟				

نمبر شمار	جائزے کے سوالات	ہاں	نہیں	کسی حد تک	بہت حد تک
10	کیا میں ضرورت مندوں کی مدد کرتی / کرتا ہوں؟				
11	کیا میں بیماروں کی عیادت کرتی / کرتا ہوں؟				
12	کیا میں دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بننے کی کوشش میں ہوں؟				

لیکچر کے بعد طالبات کے ساتھ شیئرنگ

طالبہ: بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے بہت زیادہ وقت لگانے کے باوجود بھی کمی محسوس ہو رہی ہوتی ہے۔ کیا رب سے تعلق میں، توجہ اور اخلاص میں کمی ہوتی ہے؟

استاذہ: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان وقت لگاتا ہے لیکن بچا ہوا۔ میں تو اکثر سوچتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کے مقابلے میں ہمیں سب کچھ کتنا اچھا دیا، مثلاً شکل سب سے اچھی، رزق اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اچھا دیا، مثلاً پھل ہم کھائیں اور چھلکے جانور کھائیں، گندم ہم کھائیں، دانہ ہم کھائیں، بھوسہ جانور کھائیں۔ سب سے اچھی چیز انسان کے لیے اور بچی کھچی دوسری مخلوقات کے لیے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ساری مخلوقات تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہیں لیکن ہم کتنی اور کس درجے کی اطاعت کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے لیے وقت لگاتے ہیں [Prime Time]، اچھا ٹائم یا بچا ہوا ٹائم؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ وقت بھی ایسا لگائیں جو سب سے قیمتی ہو۔

میری ایک اسٹوڈنٹ مجھے ہمیشہ کہتی ہیں کہ آپ میرے لیے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے سہولت پیدا کر دے اور میرے معاملات میں آسانی پیدا کر دے۔ 1996ء سے یہ سوچ رہی ہیں کہ کوئی سہولت پیدا ہو جائے لیکن

نہیں ہو رہی بلکہ حالات اور زیادہ Tough ہو گئے، کیوں؟ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مشکل گھڑی ہو یا آسان، ہلکے ہو یا بوجھل، میرے راستے میں کوشش تو کرنی ہی ہے۔ تم نے یہ نہیں دیکھنا کہ پہلے آسانیاں پیدا ہو جائیں، پھر میں آرام سے چلوں۔ یہ تو بنی اسرائیل نے کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا جو راستہ ہے اس کو دیکھنا ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کون سا راستہ بتایا ہے؟

طالبہ: جب اللہ تعالیٰ کے راستے پہ چلتے ہوئے مخالفت ہوتی ہے تو گھبرا جاتی ہوں اور پھر شیطان بھی بہت وسوسے ڈالتا ہے۔ اندر ایک جنگ جاری رہتی ہے اور لگتا ہے کہ اب یہ کام نہیں ہو سکتا۔

استاذہ: بات یہ ہے کہ شیطان کی کوشش بھی تو ساتھ ساتھ شامل رہے گی، اس نے وعدہ جو کر رکھا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت جو لے رکھی ہے کہ میں ان کے آگے سے بھی آؤں گا، ان کے پیچھے سے بھی، ان کے دائیں سے بھی، ان کے بائیں سے بھی اور انہیں وعدوں کے فریب میں الجھاؤں گا، انہیں امیدوں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور انہیں تیرے راستے پہ چلنے نہیں دوں گا۔ یہی تو مجاہدۂ نفس ہے۔ Opposite the wind چلنا ہمیشہ ہی بہت مشکل ہے۔ حالات کے دھارے پہ چلنا بہت آسان ہے، مخالفتوں کے ساتھ جینا بہت مشکل ہے لیکن دیکھیے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو نمونہ کیوں بنایا؟ اس لیے کہ یہ دیکھو کہ یہ ساری انسانی مجبوریاں ان کے ساتھ بھی تھیں لیکن انہوں نے کیسے خود کو جھکا دیا! ابتداء میں جب وہ غارِ حرا سے واپس آئے تھے تو اس وقت گھبرائے ہوئے تھے اور اسی طرح حرا کے اندر تھے تو کیسا رویہ تھا؟ تب تو ڈر لگ رہا تھا۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلی بار کہا اِقْرَاْ "پڑھیے"۔ تب نبی ﷺ نے تین دفعہ کہا: مَا اَنَا بِقَارِیٔ. پھر جبرائیل علیہ السلام نے

کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔ اور پھر کیا ہوا؟ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے بھی کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ یقیناً یہ آپ کے لیے زیادہ مشقت کا میدان تھا۔ میں واضح کرنا چاہتی ہوں اللہ کے رسول ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیسا تعلق تھا؟ آج جب ہم علم کی بات پڑھتے ہیں، سنتے ہیں یا ڈسکس کرتے ہیں تو دیکھیں کہ ہمارے لیے کتنی آسانی ہے۔ آج جب ہم پڑھتے ہیں تو زبان سے پڑھتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے لیے ان میں سے ایک بھی طریقہ کار نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیسے علم حاصل کیا؟ فرشتہ وحی لے کر آتا تھا۔ ہم کہتے ہیں وحی آئی ہے۔ وحی جانتے ہیں کیسے آتی تھی؟

امام مالک (ہشام بن عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی ہے''؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی گھنٹی جیسی آواز میں آتی ہے اور یہ مجھ پر سخت دُشوار ہوتی ہے۔ پھر یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے وہ میں یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آ کر کلام کرتا ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے میں حفظ کر لیتا ہوں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سخت جاڑے کے موسم میں آپ ﷺ پر وحی اترتے دیکھی ہے اور آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہوتی اور سخت سردی میں بھی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوتی۔ (سیرت النبی: 270/1)

حدیثِ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ واللہ، نہ رسول اللہ ﷺ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا، نہ کوئی اور نکلا، آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور وحی کی

شدت شروع ہوئی تو سخت سردی کے موسم میں آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے پسینہ موتیوں کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ (سیرت النبی: 270/1)

رسول اللہ ﷺ نے بڑی مشقت اٹھائی، بڑی تکلیف اٹھائی لیکن جب پہلی وحی کے بعد دوسری وحی نازل نہیں ہورہی تھی تو وہ بڑا عجیب دور تھا۔ آپ ﷺ تو پہلی وحی کے موقع پر اقرار ہی نہیں کر رہے تھے لیکن موقع کیسا تھا؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ پہاڑی پر چڑھ جاتے تھے۔ حدیث کی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور دورۂ بخاری کرنے والے تو Recently پڑھ کر بیٹھے ہیں، وہ تو جانتے ہیں کہ آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھ جاتے تھے کہ میں خود کو پہاڑ سے نیچے گرالوں تو اللہ کا فرشتہ آجاتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ ﷺ گھبرائیں نہیں، آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وحی دوبارہ آجائے لیکن آتی نہیں تھی۔

ہم کتنے خوش قسمت ہیں لیکن کتنے بدقسمت! خوش قسمت اس حوالے سے کہ وہ ساری وحی ہمارے پاس موجود ہے، ہمیں انتظار نہیں کرنا پڑتا اور بدقسمت اس حوالے سے کہ وحی کے موجود ہونے کے باوجود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس کے باوجود ہم اپنے آپ کو محروم رکھے ہوئے ہیں۔ ابتداء میں تکلیف تو ہوتی ہی ہے، نیا سلسلہ ہو اور نیا نیا تعلق ہو تو انسان کو کافی مشکلات محسوس ہوتی ہیں۔ دیکھیں بچیوں کی جب شادی ہوتی ہے سسرال میں ایڈجسٹمنٹ کتنی مشکل لگتی ہے! شروع میں ہر چیز نئی نئی لگتی ہے لیکن پھر لڑکی چاہتی ہے اب سب کچھ ایسا ہی رہے لیکن معاملات ویسے رہتے نہیں۔ پھر لڑکی کہتی ہے سب کی نظریں بدل گئیں، سارے ہی بدل گئے حالانکہ کچھ بھی بدلا ہوا نہیں ہوتا۔ ایڈجسٹمنٹ تو مشکل ہوتی ہی ہے۔ آپ کسی بھی نئے ماحول میں جائیں ایڈجسٹمنٹ مشکل ہوتی ہے۔

ایسے ہی انسان جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے تو وہ تعلق بھی نیا نیا محسوس ہوتا ہے، مشکل لگتا ہے، لیکن یہ تعلق بہت مزے اور مٹھاس والا ہے۔ دنیا میں جتنے Taste میسر ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو تعلق کا Taste ہے وہ کہیں محسوس ہو ہی نہیں سکتا، نہ کسی کے ساتھ تعلق میں، نہ کھانے کے مزے میں، نہ ہی کسی اور طرح سے۔ اصل لذت اللہ تعالیٰ کے تعلق میں ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تین چیزیں اگر کسی میں ہوں گی تو وہ ایمان کی حلاوت کو، اس کی مٹھاس کو پا لے گا، اس میں سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اُسے سب سے زیادہ عزیز ہو جائیں۔ (صحیح بخاری:16)

ایک اور روایت ہمیں ملتی ہے کہ

”اس نے ایمان کے مزے کو پالیا جس نے اللہ کے رب ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا۔“ (صحیح مسلم:151)

یہ ایسی بات نہیں جو محض زبان سے ادا کر دیں اور انسان خوش ہو جائے۔ خوشی کا تعلق تو دل سے ہے۔ رب ہونے پر راضی ہونا یہ بات سادہ نہیں ہے کہ وہ جو چاہے میں کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جو کچھ مجھ سے، میری ذات سے وہ لینا چاہے میں سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤں، اس لیے کہ وہ میرا مولا ہے، میرا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق ابتداء میں مشکل ضرور لگتا ہے لیکن یہ تعلق ایسا نہیں ہے کہ جو انسان کو مٹھاس نہ دے یا انسان کو تسکین نہ دے۔ اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا ہے کہ کون کس قابل ہے؟ جو جس قابل ہو اس کو اتنا ہی عطا کر دیتا ہے۔

کوئی قابل ہو تو ہم شانیں کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

جو تلاش میں ہوتا ہے اسے ضرور ملتا ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے میں یا اللہ تعالیٰ کی طرف اس نیت (کہ ایک انسان اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو بنانا چاہے) کے ساتھ پلٹنے میں کون سی چیز حائل ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اُسی کی طرف پلٹ پلٹ کر جانا چاہیے۔ اگر انسان اپنی فطرت پر آجائے اور محبت بھی ہو تو وہ ضرور پلٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذات سے جڑنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُسوہ رسول ﷺ کو نہ صرف خود اپنانے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ